فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اس کا فلاں کام ہو جائے، تو وہ ایک لاکھ مرتبہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے گا، پھر اس کا کام ہو گیا، مگر اس کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ وہ اتنی تعداد میں درود پڑھے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں نذر صحیح ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہے، اسے چاہیے کہ فرصت نکال کر ایک لاکھ مرتبہ درود پڑھے، ورنہ نذر توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: نفلی صدقہ غنی کو کھلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر گائے ذبح کرنے کی نذر مانی، تو کیا اس میں قربانی کی شرائط پوری ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: نذر والی گائے میں قربانی کی شرائط ضروری نہیں۔

سوال: کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی نذر جائز ہے؟

جواب: نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔ مخلوق کے نام پر نذر دینا حرام ہے۔ اگر کوئی انسان کسی بزرگ یا ولی کے نام پر منت یا نذر کرتا ہے، صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہو جائے گا، وہ اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا یا اس کی فریاد رسی یا اللہ

تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کرے گا، یا وہ اس کی قبر سے فیض پائے گا تو بلا شک یہ شرک فی العبادت ہے، لہٰذا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یا کسی بزرگ کے نام کی نذر و نیاز شرک ہے۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

(الأنعام : 136)

''انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے : یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة : ١٧٣)

''اور وہ چیز (بھی حرام ہے) جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

مزاروں اور آستانوں پہ نذر کے نام پر جاہلانہ رسومات اور نفسانی وحیوانی خواہشات کی تکمیل جس انداز میں ہوتی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے باوجود بعض حلقوں سے قبروں پر نذر و نیاز کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔ جناب احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے،

جس کے معنی ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے اور فقہا اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیا کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا اِلَیْھِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔''

(جاء الحق:1/307)

نذر کی شرعی ولغوی تقسیم کسی اہل سنت امام نے نہیں کی، کیا رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی بزرگ ہستی مخلوق میں موجود ہے؟ اور کیا صحابہ کرام رسولِ اکرم ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں رکھتے تھے، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بعد والے بزرگوں سے ہے؟ کیا کبھی کسی قبر پرست نے غور کیا کہ اگر غیر اللہ اور فوت شدگان کے نام پر نذر و نیاز جائز ہوتی، تو صحابہ کرام اس کارِ خیر سے کبھی محروم نہ رہتے۔ کوئی شخص صحابہ کرام میں کسی سے بھی ایسا عمل پیش کر سکتا ہے؟

عام لوگوں کا تحفہ اور ہدیہ کے لیے نذرانے کا لفظ استعمال کرنا اس کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ جو لوگ قبروں پر نذر پیش کرتے ہیں، اس عقیدے سے پیش کرتے ہیں کہ وہ دافع البلا ہیں۔ ان کے پیش نظر لغوی نہیں، شرعی اور عرفی نذر ہوتی ہے۔ تب ہی تو اس کے بارے میں ''نذر اللہ اور نیاز حسین'' کے الفاظ سننے کو ملتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ اگر مجھے مقدمہ میں فتح یابی ہوئی یا مرض سے شفا ہوئی یا دشمن زیر ہو گیا یا مجھے اولادِ نرینہ مل گئی یا میرا کاروبار چمک گیا، تو فلاں مزار پر جا کر نذر و نیاز کا لنگر چڑھاؤں گا، ننگے پاؤں جا کر سلام کروں گا، مزار پر ٹاکی باندھوں گا، وغیرہ۔

منصف مزاج دوستوں سے گزارش ہے کہ کیا یہ سب کچھ لغوی نذر و نیاز کے لیے کیا جاتا ہے؟ یہ سب امور تعظیم و تقرب کے نقطۂ نظر سے کیے جاتے ہیں، جس میں نذر ماننے

والا اپنے عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے۔تحفہ وہدیہ میں ایسی صورت نہیں ہوتی۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''مشرکین اللہ کے سوا کسی بھی چیز کو معبود ٹھہرانے میں کتنے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہ پتھر، یہ درخت اور یہ شخص نذر و نیاز کے لائق ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ شخص بھی عبادت کے لائق ہے، کیونکہ نذر و نیاز عبادت وتقرب ہے،جس کے ذریعے نذر دینے والا کسی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :212/1)

۞ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (1176ھ) لکھتے ہیں:

''مشرکین اپنی حاجات،مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔انہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے:﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ:5)''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''نیز فرمایا:﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن:18)''اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''اس آیت میں دعا سے مراد عبادت نہیں،جیسا کہ (عام)مفسرین نے کہا ہے، بلکہ مراد استعانت ہے،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام:41)''تم

سخت مصیبت کے وقت اسی اللہ کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتیں دُور فرماتا ہے۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :185/1)

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (1270ھ) کہتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحج :73)''اللہ کے علاوہ جنہیں بھی تم پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔''اس آیت کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیا کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں اولیا سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض ''دانشور'' تو کہتے ہیں کہ اولیا کرام اللہ کی طرف وسیلہ ہیں، نذر و نیاز ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کا پہلا دعوی بت پرستوں جیسا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے، از ناقل] ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیا) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیا سے بڑھ کر ثواب کے محتاج

ہیں،تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے،[اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے] میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا جو اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں،البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں،لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے،تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے،یہ کتنے جاہل اور جھوٹے ہیں!بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیا اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں،جبکہ ان کے''اہل علم'' کا کہنا ہے کہ اولیا کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ان کے بقول بسا اوقات اولیا کی روحیں شیر،ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔یہ تمام باتیں جھوٹ ہیں،کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔انہوں نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ایسے لوگ یہود و نصاریٰ،دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ بِحَالِهٖ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ

''ان میں سے بعض وہ ہیں، جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر ونیاز دیتے ہیں اور ان سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کی اپنی حالت اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہے؟ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني : 67/17)

۞ علامہ حصکفی (1088ھ) اپنے اکثر عوام کی اصلاح میں لکھتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذ ونیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالا جماع باطل اور حرام ہیں۔''

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار : 439/2)

۞ علامہ ابن عابدین شامی (1252ھ) اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اولیا کے لیے نذر ونیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا، میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام ہو گیا، تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا، چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذر ونیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ونیاز ہے، حالانکہ نذر ونیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذر ونیاز دی جا رہی ہوتی ہے، وہ

مردہ ہوتا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر و نیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ولی امور میں تصرف کر سکتا ہے، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔''

(ردّ المحتار المعروف به الفتاوى الشامي : 439/2)

❀ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (879ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا، وَيُنْتَقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''جو رقوم، شمعیں اور تیل وغیرہ اولیا کی قبروں پر ان کے تقرب کے لیے لائی جاتی ہیں، ان کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم : 298/2، الفتاوى الهنديّة المعروف به فتاوى عالمگیری :216/1، حاشية الطّحطاوي، ص 378)

❀ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

''اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تو میری یہ ضرورت پوری کر دے، تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ بالا جماع باطل ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:216/1)

❀ علامہ برکوی، علامہ ابو شامہ (665ھ) سے نقل کرتے ہیں:

''پھر یہ مشرکین اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان مقامات کی تعظیم بٹھا لیتے ہیں۔ وہ ان جگہوں کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور ان پر نذر و نیاز

چڑھا کر اپنے بیماروں کی شفا اور اپنی حاجات کی برآوری کی امید بھی کرتے ہیں۔ایسی جگہیں درختوں، پتھروں، باغات اور چشموں پر واقع ہوتی ہیں۔''

(زیارة القبور، ص 546-547)

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا، تو فوت شدہ والدین کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کراؤں گا، پھر اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: فوت شدگان کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مجالس منعقد کرانا مشروع نہیں، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔

مذکورہ صورت میں چونکہ معصیت کی نذر تھی، لہٰذا اسے پورا کرنا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ نذر توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

سوال: ایک شخص نے غریبوں کو کھانا کھلانے کی نذر مانی، تو اس کی رقم ہسپتال میں دینا کیسا ہے؟

جواب: جس کام کی نذر مانی تھی، اسی مد میں خرچ کرنا چاہیے۔

سوال: کیا ماتم کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

جواب: ماتم حرام اور ناجائز عمل ہے، ایسی نذر ماننا گناہ ہے، اگر نذر مان لی جائے، تو اس نذر کو توڑنا ضروری ہے، اس صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔

ماتم جاہلی رسم ہے۔باتفاق علما بدعت اور حرام ہے۔اسلام کے اصولوں سے غم کم ہوتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔غیر اسلامی طریقے غم میں اضافہ کرتے ہیں۔

کتنے انبیا علیہم السلام مظلومانہ شہادت سے دوچار ہوئے، بلکہ اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز ہے، تو کیا ہر ایک پر ماتم روا سمجھا جائے گا؟ پھر تو کوئی دن ماتم سے خالی نہ ہوگا!

بعض لوگ حسینی ماتم کرتے ہیں، جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی شہادت ہے، ان پر ماتم کیوں نہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں۔ ان کا ماتم کوئی نہیں کرتا۔ بے شک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت برحق ہے، انسانی تاریخ کا اندوہ ناک واقعہ ہے، ہر مسلمان کو اس سے دکھ پہنچا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ماتم کریں۔ اہل بیت میں سے کسی نے کسی کی شہادت پر ماتم نہیں کیا۔

بعض لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ماتم قرآن سے ثابت ہے، ان سے سوال ہے، کیا علمائے اہل بیت اور علمائے امت نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ ہمارے مطابق نہ صرف پڑھا، بلکہ فہم بھی حاصل کیا، اس پر عمل کیا، اس کی تبلیغ کی۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں کہ ماتم جائز ہے، چہ جائیکہ وہ قرآن سے اس کا ثبوت فراہم کرتے۔ اسلاف امت کے خلاف کوئی بھی مؤقف غیر مسموع ہے۔ اس پر سہاگہ یہ کہ علمائے امت نے ماتم کو حرام قرار دیا ہے۔ ان کے اتفاق واجماع پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ وہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ہر ایک اہل بیت کے حقوق کا پاسدار تھا، ان سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا، ان کا ادب واحترام واجب سمجھتا تھا۔

❀ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَآتِمُ؛ فَمَمْنُوعَةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ.

''ماتم کے ممنوع ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(الحوادث والبدع، ص 175)

۞ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّخَاذُ أَمْثَالِ أَيَّامِ الْمَصَائِبِ مَآتِمَ فَهٰذَا لَيْسَ فِي دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ إِلٰى دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ أَقْرَبُ .

''مصیبت کے ایام کو ماتم کے دن بنالینا، مسلمانوں کا دین نہیں، بلکہ یہ جاہلیت کے زیادہ قریب ہے۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم: 131/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''ان کی ایک حماقت تو ماتم قائم کرنا ہے، اوران لوگوں پر نوحہ کرنا، جو کئی برس پہلے وفات پا چکے تھے۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ مقتول ہو یا کوئی دوسری میت ہو، ان کی موت کے بعد اس طرح کے کام، اللہ ورسول نے حرام قرار دیئے ہیں۔''

(منهاج السنة :52/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''مصیبت کے اوقات کو ماتم کے دن بنالینا، اسلام نہیں ہے۔ یہ ایسا کام ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، نہ سابقون الاولون میں سے کسی نے کیا، نہ تابعین نے اور نہ اہل بیت نے، نہ کسی اور نے۔ حالاں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کے اہل بیت موجود تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بھی ان کے اہل بیت موجود تھے، اس پر کئی برس گزر گئے، مگر ان کے اہل بیت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامے رکھا، انہوں نے ماتم ایجاد نہیں

کیا، نہ نوحہ ایجاد کیا۔ بلکہ وہ صبر کرتے تھے، اور اللہ و رسول کے حکم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کیا کرتے تھے۔ یا روتے بھی تو مصیبت کے ابتدائی لمحات میں، غمگین بھی ہوتے، لیکن جائز طریقے کے ساتھ۔''

(حقوق أهل البيت، ص 46)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''عاشوراء کے دن سوائے روزے کے رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں، یہ روافض ہیں، جنہوں نے عاشور کے دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ماتم اور اظہار غم کی بدعت ایجاد کی۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 930/2، فتاوىٰ شامي : 418/2)

سوال: قبرِ رسول ﷺ کی زیارت کی نذر مانی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قبر رسول ﷺ کی زیارت جائز ہے، جس نے قبر رسول ﷺ کی زیارت کی نذر مانی، اسے چاہیے کہ نذر پوری کرے۔

سوال: جانور ذبح کرنے کی نیت کی تھی، کیا عقیقہ اور نذر کے لیے ایک ہی جانور ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نذر کا جانور ذبح کرنا الگ عمل ہے اور عقیقہ کا جانور ذبح کرنا الگ عمل ہے، ایک کی ادائیگی سے دوسرے کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں، تو ایک سال تک ہر جمعہ کا روزہ رکھوں گا، پھر وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی مراد پوری ہو چکی ہے، لہٰذا اس پر ایک سال تک ہر جمعہ کا روزہ رکھنا

لازم ہے۔

سوال: ایک شخص کا معمول ہے کہ وہ ایام بیض اور سوموار وجمعرات کے روزے رکھتا ہے، تو کیا ان ایام میں نذر کے روزے رکھ سکتا ہے؟

جواب: اگر اس نے مطلقاً کچھ روزوں کی نذر مانی تھی، یعنی کسی دن یا تاریخ کو خاص نہیں کیا تھا، تو وہ معمول کے روزوں میں نذر کے روزوں کی نیت کرسکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہوگئی، تو فلاں مسجد میں وعظ کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر ہے، اگر مراد پوری ہو جائے، تو مذکورہ مسجد میں وعظ کرنا لازم ہے۔

سوال: زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں بکر کے مال میں سے دس ہزار روپے صدقہ کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، کیونکہ جس چیز کا انسان مالک نہیں، اس کی نذر نہیں مانی جا سکتی، یہ نذر لغو ہے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا وَفَاءَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ .

''اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس چیز کی نذر پوری نہیں کی جاتی، جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔''

(صحیح مسلم: 1641)

سوال: جو جانور ماتا یا دیوی وغیرہ کے نام چھوڑا گیا ہو، اس کو خریدنا کیسا ہے؟

جواب: اسے خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے۔

(سوال): پیروں کی روحوں کے نام صدقہ وخیرات کرنے کی نذر ماننا کیسا ہے؟

(جواب): ایصال ثواب کی یہ صورت بدعی ہے، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، بھلا وہ کام نیکی کیسے ہوسکتا ہے، جس پر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین عمل پیرا نہ رہے ہوں؟ لہٰذا پیروں کی روحوں کے لیے صدقہ کی نذر ماننا جائز نہیں۔ یہ معصیت کی نذر ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

”نذر دو طرح کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے اور جو نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔“

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 72/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۳۵) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

(سوال): بچوں کے لیے مٹھائی کی منت مانی، تو اس کی قیمت غریبوں کو دینا کیسا ہے؟

(جواب): جس کام کی منت مانی، اسی میں صرف کرنا چاہیے۔

(سوال): مجالس میلاد اور عزاداری کی منت مانی تھی، تو اس کی رقم غریبوں میں تقسیم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اول تو مجالس میلاد اور عزاداری کی منت ماننی جائز نہیں، کیونکہ یہ معصیت کی نذر ہے، جب گناہ کی نذر مان لی جائے، تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔

(سوال): کیا مسجد بنانے کی نذر ماننا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ مسجد بنانا کارِ خیر ہے۔

(سوال): کیا مرغ ذبح کرنے کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): مرغ ذبح کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، تو وہ اس کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر ''محمد'' رکھے گا، پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نیکی کی نذر ہے، اسے پورا کرنا ضروری ہے، اسے چاہیے کہ لڑکے کا نام ''محمد'' رکھے، اگر کسی وجہ سے محمد نام نہ رکھ سکا، تو نذر کا کفارہ ادا کرے۔

(سوال): نذر مانی، مگر مراد پوری نہ ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر مراد پوری نہ ہو، تو نذر کی ادائیگی لازم نہیں۔

(سوال): بکرے کی نذر مانی ہو، تو پورا بکرا صدقہ کرنا ضروری ہے یا کچھ گوشت؟

(جواب): اگر مطلق بکرا ذبح کرنے کی نذر مانی، تو بکرا ذبح کرنا ضروری ہے، اس صورت میں چند کلو گوشت بانٹنا کافی نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص کے ذمہ بہت سے نذریں تھیں، وہ بھول گیا کہ نذریں کیا تھیں؟، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): ظن غالب کے مطابق جتنی نذریں بنتی ہیں، ان کا کفارہ ادا کردے۔

(سوال): قربانی کی منت مانی، تو اس قربانی کو کب ذبح کیا جائے؟

(جواب): قربانی کی منت مانی ہے، تو اسے قربانی کے ایام میں ہی ذبح کیا جائے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام خراب ہوگیا، تو میں اپنے پڑوسی

کے پلاٹ پر قابض ہو جاؤں گا، پھر اس کا کام خراب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ گناہ کی نذر ہے، اول تو ایسی نذر ماننا جائز نہیں، البتہ اگر گناہ کی نذر مان لی ہے، تو اسے توڑنا واجب ہے اور اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ کسی کی جائیداد پر ناحق قبضہ کرنا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔

❁ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ .

''جس نے ظلم و زیادتی کے ساتھ کسی کی زمین کا ایک ٹکڑا ہتھیایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2452، صحيح مسلم : 1610)

(سوال): کیا نذر ماننا ضروری ہے؟

(جواب): نذر ماننا ضروری نہیں، نیکی کی نذر مستحب ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے، البتہ گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اور اسے پورا کرنا ناجائز ہے، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ نذر سے ایسا کچھ تبدیل نہیں ہوتا، جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَأْتِي النَّذْرُ ابْنَ آدَمَ بِشَيْءٍ لَّمْ أَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلٰكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ يُؤْتِينِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ أَتَانِي مِنْ قَبْلُ .

''نذر ابن آدم کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہ لکھی ہو، بل کہ نذر سے اسے وہی چیز ہی ملتی ہے، جو میں نے اس کے مقدر

میں لکھ دی ہے، نذر کے ذریعے میں بخیل سے نکلواتا ہوں، اس (نذر ماننے کی) وجہ سے مجھے وہ ایسی چیز دیتا ہے، جو پہلے نہیں دیتا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 314/2، صحیح البخاري : 6609، صحیح مسلم : 1640)

سوال: قاتل کی کیا سزا ہے؟

جواب: قتل کی سزا قتل ہے، البتہ اگر ورثاء دیت لینا چاہیں، تو سو اونٹ دیت لے سکتے ہیں اور اگر دیت بھی معاف کرنا چاہیں، تو معاف کر سکتے ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

’’بنی اسرائیل میں صرف قصاص تھا، دیت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس امت (محمدیہ) سے ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ (البقرة : 178) (اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت ہے، جسے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے معاف کر دیا جائے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لے لے، ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرة : 178) (تو دستور کے مطابق پیروی کرنی ہے اور اچھے طریقے سے ادائیگی کرنی ہے) دیت لینے والے پر لازم ہے کہ دستور کے مطابق پیروی کرے اور دیت دینے والے پر لازم ہے کہ اچھے طریقے سے ادا کر دے ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ

رَبِّكُمْ) (البقرة : 178) (یہ تمہارے رب کی طرف سے نرمی ہے۔)اس کی بہ نسبت جو تم سے پہلے لوگوں پر (قصاص) فرض کیا گیا تھا ﴿فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (البقرة : 178) (اس کے بعد جو زیادتی کرے گا، تو اس کے لیے المناک عذاب ہے۔)''

(صحيح البخاري : 4498 ، صحيح مسلم :6881)

سوال: جو شخص جان کی حفاظت میں قتل ہوا، کیا وہ شہید ہے؟

جواب: مال و جان کی حفاظت میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔

❁ سعید بن زید قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے مال کے دفاع میں دم توڑ دینے والا شہید ہے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے دوران قتل ہو جانے والا شہید ہے، اپنے دین کو بچاتے ہوئے جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے اور اپنی جان بچاتے بچاتے اللہ کو پیارا ہو جانے والا بھی شہید ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4772 ، سنن النسائي : 4095 ، سنن الترمذي :1421 ، سنن ابن ماجه : 2580 ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۹۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ .

''مال کے دفاع میں جاں بحق ہونے والا شہید ہے۔''

(صحيح البخاري : 2480، صحيح مسلم :141)

(سوال): دو شخص مل کر تیسرے کو لاٹھیوں سے مارنے لگے اور اسے قتل کی دھمکیاں دینے لگے، تو تیسرے کے پاس پستول تھی، اس نے پستول سے ایک پر گولی چلا دی اور وہ قتل ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): تیسرے شخص نے اپنی جان بچانے کے لیے گولی ماری ہے، لہٰذا اس پر کچھ دیت یا قصاص نہیں، یہ خون رائیگاں ہیں۔

(سوال): اگر کوئی مسلمان ذمی کافر کو بلا وجہ قتل کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ذمی جب تک جزیہ دیتا رہے اسلامی ریاست پر ضروری ہے کہ اس کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی مسلمان بلا وجہ کسی ذمی کو قتل کر دے، تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

❀ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيحَهَا .

”جس نے کسی معاہد (ذمی) کو بلا وجہ قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : 39,38/5، سنن أبي داوٗد : 2760، سنن التّرمذي :4751، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱۴۲/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: کیا مقتول کے ورثاء کو معاف کرنے کا اختیار ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❁ سیدنا ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس کو قتل کیا جائے یا زخمی کیا جائے تو اس کے ورثا کو تین میں سے ایک چیز اختیار کرنے کا حق ہے، قصاص لے لیں، معاف کر دیں یا پھر دیت لے لیں، اگر وہ کسی چوتھی چیز کا ارادہ کریں، تو ان کا ہاتھ پکڑ لیں، جو ان میں سے کوئی حق لینے کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 31/4، سنن أبي داوٗد : 4496، سنن ابن ماجه : 2623، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۷۴) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: قصاص لینا کس کا کام ہے؟

جواب: قصاص ریاست کا کام ہے، وہ مسلمان حکمران کو چاہیے کہ وہ حدود اللہ کا نفاذ کرے، تاکہ ریاست کا امن وامان قائم رہے۔ انصاف کے تقاضے پورے ہوتے رہیں۔

سوال: جس کی سزا قصاص تھی، کیا اس کے متعلق سفارش کی جا سکتی ہے؟

جواب: قصاص کی صورت میں مقتول کے ورثا سے معافی کی سفارش کی جا سکتی ہے، البتہ حدود اللہ میں سفارش جائز نہیں، مثلاً شادی شدہ زانی کو رجم نہ کرنے یا چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش نہیں کی جا سکتی۔